یہی کتاب کیوں؟

فہم قرآن میں ایک نیا نمونہ

روایتی اہتمام

قرآن ایک منفرد کتاب ہے، اور دوسری کتابوں کے برعکس، اس کا کوئی آغاز، وسط یا اختتام نہیں ہے۔

یہ مختلف موضوعات یا موضوع کے مطابق ترتیب نہیں دیا گیا ہے۔ روایتی قرآن کو اس کے پیغام کے اندرونی تقاضوں کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے نہ کہ تاریخی ترتیب میں جس میں انفرادی اقتباسات کو نازل کیا گیا تھا۔

بظاہر اچانک ایک مضمون سے دوسرے مضمون میں منتقل ہونا بھی قرآنی اصول کے مطابق ہے جو کہ جان بوجھ کر اخلاقی نصیحت کو عملی قانون سازی کے ساتھ ملا دیتا ہے۔

یہ اس تعلیم کی پیروی میں ہے کہ انسان کی زندگی - روحانی اور جسمانی، انفرادی اور سماجی - پہلوؤں کا مجموعہ ہے، اور اسی وجہ سے اس کے تمام پہلوؤں پر بیک وقت غور کرنے کی ضرورت ہے اگر اچھی زندگی کے تصور کو عملی جامہ پہنائے جانے کی ضرورت ہو۔

قرآن کا حسنِ بیان کچھ یوں ہے کہ، خالص اخلاقی یا اخلاقی سوالات سے متعلق ایک لمبی عبارت عام طور پر سماجی قانون سازی سے متعلق آیات کے بعد ہوتی ہے، اس مقصد کے ساتھ کہ انسان کی روحانی زندگی اور اس کے معاشرتی رویے کے درمیان گہرا تعلق سامنے آئے۔

موضوع کے مطابق از سر نو ترتیب

قرآن جس طرز میں لکھا گیا اسکا مقصد تھا کہ عام لوگ اس کو اسکی اصل ترتیب سے پڑھیں اور خود کو غرقِ قرآن کریں۔ لیکن علماء، وکلاء، اور ہر ایک کے لیے جو کسی خاص مسئلے کا مطالعہ کرنا چاہے، اس کے لیے موضوع کے لحاظ سے اس کا اہتمام کرنا آسان ہو گا۔ مثال کے طور پر طلاق کا موضوع قرآن میں باب 2، 33، 58، 60، اور 65 میں زیر بحث ہے۔ طلاق کے بارے میں تمام آیات کو ایک جگہ جمع کرنے سے قاری کو فوری حوالہ مل جاتا ہے۔

مغربی قارئین کے لیے قرآن

قرآن کا خالص اسلوبِ بیان، مغربی قارئین کے لیے مبہم ہونے کا امکان ہے۔ تھامس کارلائل، ایک مشہور اورینٹلسٹ، اس نے قرآن کو کچھ یوں بیان کیا کہ "الجھا ہوا مبہم، انکونڈائٹ؛ لامتناہی تکرار، لمبا مضمون، الجھن انتہائی خام، غیر مشروط-نا سمجھ آنے والا مضمون، مختصر میں! کارلائل کسی بھی طرح اسلام فوبیا کا شکار نہیں تھا۔ حقیقت میں، ان کا مضمون "ہیرو بطور نبی" محمد کی زندگی کا ایک نادر معروضی تجزیہ تھا۔ موضوع کے مطابق قرآن کو سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا۔

غیر واضح اسلوبِ بیان

اس مخطوطہ میں بریکٹڈ حصے عربی میں مبہم اسلوبِ بیان کے متعلق ہیں۔ ایلیپسس کسی لفظ یا الفاظ کی تقریر یا تحریر کو چھوڑنا ہے جو ضرورت سے زیادہ ہیں یا سیاق و سباق سے سمجھنے کے قابل ہیں۔ یہ صلاحیت فطری طور پر ایک عرب کو اس کے ابتدائی بچپن سے ذہنی عصمت کے عمل سے آتی ہے۔ تاہم، غیر عرب جو عربی سے واقف ہو جاتا ہے مگر بالغ عمر میں۔ قرآن کی اصل عربی انٹرمیڈیٹ سوچ کی شقوں کو خارج کر دیتی ہے تا کہ کسی خیال کے آخری مرحلے کو جتنا ممکن ہو سکے بیان کیا جائے۔ تھنک لنک جملے عربی مترجم کے ذریعہ فراہم کیے جانے چاہئیں۔ دوسری صورت میں، ترجمہ ایک غیر عرب کے لیے بے معنی اور مبہم ہو گا۔ قرآن کے تمام اچھے ترجموں میں غیر عربوں کے فائدے کے لیے آیات میں بریکٹڈ جملے شامل ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے، اس قرآن سیریز کا ایک حصہ باب دس میں دیکھیں۔

قرآن کی تفسیر کے دس اصول

دیباچہ

آخروی زندگی اور قیامت، اسلامی عقائد کا اہم جزو کیوں ہے؟

کائناتی اخلاقی مقصد یا انفرادی یا اجتماعی اخلاقی ذمہ داری کا تھوڑا سا احساس۔ تقدیر پر یقین نے اس اخروی زندگی میں حساب و کتاب کو مشکوک بنا دیا ہے–نہ قیامت، حکم، الہی، یا آخرت میں سزا یا جزا۔ اسلام نے اخروی زندگی میں قیامت اور جسم کا دوبارہ زندہ ہونا جیسے عقائد متعارف کروائے، جس نے انسانی ذمہ داری اور جواب دہی کا ایک جہت شامل کیا جو کہ گزشتہ عرب مذاہب میں ناپید تھا۔

زندگی: ایک ہی سفر کے دو مراحل

اور آخرت اور دنیا ہماری ہی چیزیں ہیں۔(92:13)

بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور دوامی زندگی ہے۔(87:14-17)

قرآن کے مطابق دنیا اور آخرت میں انسان کی زندگی، ایک مسلسل وجود کے دو مراحل ہیں۔ اس دنیا میں زندگی صرف پہلا مرحلہ ہے–زندگی کا ایک بہت ہی مختصر مرحلہ جو کہ وقفے سے آگے جاری ہے جسے موت کہتے ہیں۔ خدا افراد اور برادریوں کی زندگی کے دورانیے کا فیصلہ کرتا ہے، اور جسمانی موت کے ساتھ ہی، انسان کی روح آخرت کی زندگی میں داخل ہوتی ہے۔ اس لیے موت ایک غلط نام ہے کیونکہ یہ بذات خود کوئی اختتام نہیں ہے۔ یہ انسانی روح کے ایک نئے سفر کا آغاز ہے جو جسم کی حدود سے آزاد ہو کر ابدیت کے دائرے میں سفر کرتا ہے۔ قرآن میں بہت کم وضاحت ہے کہ کسی فرد کی موت اور قیامت کے درمیان حائل اوقات میں کیا ہوتا ہے۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ روح جسم کے بغیر زندہ رہتی ہے۔ قرآن دلائل وضع کرتا ہے کہ روحانی، اخلاقی اور سماجی نقطہ نظر سے آخرت اور قیامت کیوں منطقی ضرورت ہے۔

1. اخروی زندگی انصاف اور اخلاقیات کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔

جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے۔ کیا ان کو ہم ان کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں۔ یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے (یہ) کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہلِ عقل نصیحت پکڑیں۔(38:28-29)

جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی۔ انکا دعوہ کتنا غلط ہے۔ اور خدا نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(45:21-29)

اور وہ جو عذاب کے طالب ہیں جو ان پر نازل ہو کر رہے گا (یعنی) کافروں پر (اور) کوئی اس کو ٹال نہ سکے گا۔(70:1-2)

یہ سمجھ سے باہر ہے کہ زندگی بھر کی مصیبت اکثر بہت سے صالح مردوں اور عورتوں کی ہوتی ہے، جبکہ ظالم اور حق سے انکار کرنے والے بظاہر محفوظ رہتے ہیں اور انہیں زندگی کی اچھی چیزوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت ہوتی ہے۔ قرآن اس ظاہری تضاد کو واضح کر کے حل کرتا ہے کہ بعد کی زندگی انصاف اور اخلاقیات کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ اگر اچھائی اور برائی کا ایک ہی انجام ہوتا ہے تو نیکی اور برائی کی تمیز بے معنی ہو جاتی ہے۔ تو پھر ہمیں یہ سمجھنا

چاہیے کہ خدا یا تو موجود نہیں ہے یا وہ ظالم ہے، کیونکہ ناانصافی کا تصور خدا کے تصور سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یا یوں کہہ لیں، ایک آخرت ہے جس میں نیک اور بدکار دونوں پوری طرح کاٹیں گے جو انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اخلاقی طور پر بویا تھا۔

صحیح اور غلط میں - یا سچ اور جھوٹ میں فرق کے بغیر - خدائی منصوبہ بند تخلیق کے تصور میں کوئی "اندرونی سچائی" نہیں ہوگی۔ ایک سچا مومن دنیاوی فتنوں اور موت کے لمحے کا دلی سکون اور متانت کے ساتھ سامنا کرتا ہے۔ غلط کام کرنے والوں کو پریشانی کا احساس ہو سکتا ہے، جو اکثر مرتے وقت ناگہانی حالات کا سامنا ہونے کی بدولت ہوتا ہے۔

2. روحانی اور سماجی الجھن

کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ گنہگاروں کا انجام کیا ہوا ہے اور ان (کے حال) پر غم نہ کرنا اور نہ اُن چالوں سے جو یہ کر رہے ہیں تنگ دل ہونا۔ *(27:69-70)*

بلکہ (عجیب بات یہ ہے کہ) جب ان کے پاس (دین) حق آ پہنچا تو انہوں نے اس کو جھوٹ سمجھا سو یہ ایک الجھی ہوئی بات میں (پڑ رہے) ہیں۔ (50:5)

وہ موت کے بعد زندگی کی حقیقت اور انسان کے اسکے اعمال کا جوابدہ ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اس انکار کا ناگزیر نتیجہ یہ ہے کہ صحیح اور غلط کی تمیز ختم ہو جائے گی، جو روحانی اور سماجی انتشار کا باعث بنتا ہے، اور اسی وجہ سے معاشرہ اور تہذیب زوال پزیر ہوتے ہیں۔

چونکہ وہ موت کے بعد زندگی کے بارے میں تمام خیالات کو مسترد کرتے ہیں، وہ انسان کی زندگی کے "کیوں" اور "کیا کے لئے" کے جواب کے نہ ہونے سے، انسانی تقدیر کی واضح عدم مساوات سے، اور جو کچھ ان کو احمقانہ اور قدرت کے بے رحم مظالم کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔
مسائل صرف جسمانی موت کے بعد زندگی کے تسلسل کے عقیدے کے پس منظر میں اور اس بات کی روشنی میں حل کیے جاسکتے ہیں کہ انسانی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے۔

اور کافر کہتے ہیں کہ بھلا ہم تمہیں ایسا آدمی بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل پارہ پارہ ہو جاؤ گے تو نئے سرے سے پیدا ہوگے یا تو اس نے خدا پر جھوٹ باندھ لیا ہے۔ یا اسے جنون ہے۔ بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ آفت اور پرلے درجے کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔ (34:7-8)

'دماغی خلل یا گمراہی" سے مراد اخلاقی اور معاشرتی الجھن ہے - اور انفرادی اور معاشرتی مصائب - جو کہ اس گمراہی کے نتیجہ میں جنم لیتے ہیں کیونکہ اخلاقی اقدار کا کوئی وجود نہیں ہے اور نہ ہی مرنے کے بعد اسکا کوئی حساب کتاب ہو گا۔

3. زمینی خوشیاں بمقابلہ ابدی خوشی

لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو (سنو) جو لوگ پرہیز گار ہیں ان کے لیے خدا کے ہاں باغات (بہشت) ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور (سب سے بڑھ کر) خدا کی خوشنودی اور خدا (اپنے نیک) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ (3:14-15)

دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابل بہت ہی کم ہیں۔ (9:38)

اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور مشغولہ ہے۔ اور بہت اچھا گھر تو آخرت کا گھر ہے (یعنی) ان کے لئے جو (خدا سے) ڈرتے ہیں۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔ (6:32)

خدا جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کا چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ اور کافر لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو رہے ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت (کے مقابلے) میں (بہت) تھوڑا فائدہ ہے۔ (13:26)

اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔ کاش یہ (لوگ) سمجھتے۔ (29:64)

اور جو چیز تم کو دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے۔ اور جو خدا کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟ (28:60)

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ لوگوں کو آخرت کے ساتھ ساتھ ان کی موجودہ زندگی سے بھی زیادہ کیوں سوچنا چاہیے۔ آنے والی زندگی کے مقابلے میں، دنیا کی زندگی صرف ایک مختصر لمحہ ہے، اور یہ صرف آخرت میں ہے کہ انسان کی تقدیر اپنے تمام حقیقی پہلوؤں سے خود کو ظاہر کرتی ہے۔
اس دنیا کی مختصر عیاشی نظروں کے دھوکے سوا کچھ نہیں ہے، اگر اس میں آخرت کا کوئی خیال نہ ہو۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو دنیا اور آخرت دونوں کے لیے کوشش کرنی چاہیے، جیسا کہ اگلی آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو دنیا ور آخرت کے لیے کوشاں ہیں۔
کہ پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے کاموں کا حصہ (یعنی اجر نیک تیار) ہے اور خدا جلد حساب لینے والا (اور جلد اجر دینے والا) ہے۔ (2:201-202)

خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔ اور وہ زور والا (اور) زبردست ہے جو شخص آخرت کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اس میں سے دیں گے۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اس میں سے دے دیں گے۔ اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔ (42:19-20)

وہ لوگ جو راستبازی سے زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنی کوششوں کو روحانی مقاصد کی طرف موڑتے ہیں وہ آخرت میں اس سے زیادہ حاصل کریں گے جس کی وہ امید کر رہے ہیں۔
خدا ان لوگوں کے درمیان واضح فرق کر دیتا ہے جو آخرت کے منتظر ہیں اور جو دنیاوی کامیابی کے سوا کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے، سابقہ کیلئے لامحدود خوشیاں ہیں اور دوسرے کیلئے تکلیف والا عذاب ہے۔
چونکہ یہ صرف آخرت میں ہے کہ انسان کی زندگی صحیح معنوں میں پوری ہونی ہے، خدا نے اس امتیاز کو اس وقت تک ملتوی کر دیا ہے۔

آخرت سے انکار کرنے والوں کے لیے عذاب

جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور دنیا کی زندگی سے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں ان کا ٹھکانہ ان (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے۔ (10:7-8)

اور کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد) پھر زندہ نہیں کئے جائیں گے اور کاش تم (ان کو اس وقت) دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور وہ فرمائے گا کیا یہ (دوبارہ زندہ ہونا) برحق نہیں تو کہیں گے کیوں نہیں پروردگار کی قسم (بالکل برحق ہے) خدا فرمائے گا اب کفر کے بدلے (جو دنیا میں کرتے تھے) عذاب (کے مزے) چکھو۔ (6:29-30)

آخرت پر دنیا کو ترجیح

بھلا جس شخص سے ہم نے نیک وعدہ کیا اور اُس نے اُسے حاصل کر لیا تو کیا وہ اس شخص کا سا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہو جو (ہمارے روبرو) حاضر کئے جائیں گے۔ (28:61)

نہیں خدا کی نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی وجہ اور انہیں جھوٹے خداؤں کی خدمت میں لگانے کیوجہ سے سزا دی جائے گی۔

جزا اور سزا

اسی کے پاس تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ وہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے۔ اور جو کافر ہیں ان کے لیے پینے کو نہایت گرم پانی اور درد دینے والا عذاب ہو گا کیوں کہ (خدا سے) انکار کرتے تھے۔ (10:4)

اور لوگوں نے جیسے کام کئے ہوں گے ان کے مطابق سب کے درجے ہوں گے۔ غرض یہ ہے کہ ان کو ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان کا نقصان نہ کیا جائے۔ (46:19)

جس دن ہر متنفس اپنی طرف سے جھگڑا کرنے آئے گا۔ اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور کسی کا نقصان نہیں کیا جائے گا۔ (16:111)

خدا آپ کو سمجھائے گا کہ آپ نے زندگی میں کیا کیا۔
دیکھو جو لوگ کافر ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دو کہ ہاں ہاں میرے پروردگار کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تمہیں بتائے جائیں گے اور یہ (بات) خدا کو آسان ہے تو خدا پر اور اس کے رسول پر اور نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ۔ اور خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔ (64:7-8)

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے۔ جس (طریق) پر تم ہو وہ اسے جانتا ہے۔ اور جس روز لوگ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو جو لوگ عمل کرتے رہے وہ ان کو بتا دے گا۔ اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

1

موت

روح کے دوبارہ زندہ ہونے سے انکار۔

یہ تجویز ہے کہ انسانی روحوں کو مختلف جسموں میں دوبارہ جنم دیا جائے گا تاکہ اعلیٰ روحانی سطح کی تلافی اور کامیابی حاصل کی جا سکے۔ ہمارے پاس انعام کمانے کا ایک ہی موقع ہے جو ہمارے ابدی وجود کے معیار کا تعین کرے گا۔

قرآن نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ انسان کی اخلاقی ذمہ داری اس کے تمام شعوری اعمال اور اس کے طرز عمل کے لیے ہے، اور اس ذمہ داری کو جاری رکھنے کے لیے آخرت میں کسی شخص کی زندگی میں اچھے یا برے، ناگزیر نتائج کی شکل میں۔

دوسرے لفظوں میں، اس زندگی اور اگلی زندگی کے درمیان براہ راست تسلسل ہے، جو زمین پر ہماری زندگیوں اور اعمال کو قیامت کے دن انصاف کی آخری تقسیم سے جوڑتا ہے۔

پیدائش سے موت تک انسانی زندگی کے مراحل

وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر (مرنے کا) ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک مدت اس کے ہاں اور مقرر ہے پھر بھی تم (اے کافرو خدا کے بارے میں) شک کرتے ہو۔ (6:2)

اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ پھر (تمہارے لئے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک سپرد ہونے کی سمجھنے والوں کے لئے ہم نے (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ (6:98)

اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے، اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی۔ یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔ (11:6)

مٹی اور دھول سے پیدا ہونے والے انسان کا مندرجہ بالا حوالہ اس کی اصل کی ارتقائی نوعیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ صرف وہی جانتا ہے جو انفرادی زندگیوں اور پوری دنیا دونوں سے متعلق ہے۔

مٹی اور نطفے سے ارتقاء۔

وہی تو ہے جس نے تم کو (پہلے) مٹی سے پیدا کیا۔ ہھر نطفہ بنا کر پھر لوتھڑا بنا کر پھر تم کو نکالتا ہے (کہ تم) بچّے (ہوتے ہو) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو۔

پھر بوڑھے ہو جاتے ہو۔ اور کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تم (موت کے) وقت مقرر تک پہنچ جاتے ہو اور تاکہ تم سمجھو۔ (40:67)

خدا ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت ہے۔ (30:54)

اور خدا ہی نے تم کو پیدا کیا۔ پھر وہی تم کو موت دیتا ہے اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہایت خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور (بہت کچھ) جاننے کے بعد ہر چیز سے بے علم ہو جاتے ہیں۔ بے شک خدا (سب کچھ) جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔ (16:70)

نیند اور بیداری- زندگی اور موت کا اشارہ۔

سلسلہ جاری رکھ کر زندگی کی) معین مدت پوری کر دی جائے پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس روز) وہ تم کو تمہارے عمل جو تم کرتے ہو (ایک ایک کر کے) بتائے گا۔(6:60)

برزخ

ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں۔(56:60)

تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔ ہرگز نہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہو گا (اور اس کے ساتھ عمل نہیں ہو گا) اور اس کے پیچھے برزخ ہے (جہاں وہ اس دن تک رہیں گے) کہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں(23:100)

قرآن کا پورا پیغام یہ واضح کرتا ہے کہ جو شخص مر چکا ہے وہ دوبارہ کبھی زمین پر واپس نہیں آسکے گا۔ موت کی رکاوٹ (برزخ) مردہ روحوں کی زمین پر نہ لوٹ آنے کا اشارہ ہے۔ موت اور قیامت کے درمیان انسانی روح کے ساتھ کیا ہوتا ہے یہ واضح نہیں ہے۔

اور ایسی قرآنی آیات بھی نہیں ملتی جو اس دورانیے پر روشنی ڈالتی ہیں، اور شاید مردہ قیامت تک ہی مردہ ہوں گے۔ قیامت کے دن کے بعد، زندہ ہونے والی روحیں جنت یا دوزخ میں بھیجی جاتی ہیں۔

ممکنہ استثناء وہ شہداء ہیں جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی جانوں کا نزرانہ دیا؛ وہ موت کے فوراً بعد جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔

موت کا وقت اور مقام۔

(اے جہاد سے ڈرنے والو) تم کہیں رہو موت تو تمہیں آکر رہے گی خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو۔(4:78)

اور خدا ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا۔ اور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔ اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔ بیشک یہ خدا کو آسان ہے۔(35:11)

اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے، اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی۔ یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔(11:6)

کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا۔ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اُسے موت آئے گی بیشک خدا ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔(31:34)

موت کے فرشتوں کی آمد

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور تم پر نگہبان مقرر کئے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور سنو جس دن پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے پکارے گا۔(50:41)

کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔(32:11)

تماشائیوں کی بے بسی اور موت کا یقینی طور پر آنا۔

[illegible]
پس اگر تم کسی کے بس میں نہیں ہو۔ تو اگر سچے ہو تو روح کو پھیر کیوں نہیں لیتے؟

مفہوم یہ ہے: اگر، جیسا کہ آپ دعویٰ کرتے ہیں، آپ کسی بھی اعلیٰ طاقت کے تسلط سے آزاد ہیں، آپ اپنے پیارے کی موت کو روکنے کے قابل کیوں نہیں ہیں؟

ہمیشہ کی زندگی کبھی نہیں دی گئی۔

اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا۔ بھلا اگر تم مر جاؤ تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ اور ہم تو لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں۔ اور تم ہماری طرف ہی لوٹ کر آؤ گے۔ (21:34-35)

مکہ کے کافروں نے محمد ﷺ کی نبوت پر سوال اٹھایا کیونکہ وہ ان کی طرح فانی تھے، لیکن بہرحال خدا کے تمام رسول بشر تھے۔
'اور اس طرح ہم آپ کو بھی امر تا نہیں دیں گے اور آپ مرنے کے پابند ہیں۔ لیکن اگر آپ مر جائیں تو کیا وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ ان کی طرف سے ایک مفروضہ ظاہر کرتا ہے کہ موت اور قیامت کے بعد ان سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ تاہم، آخر میں، آپ کو فیصلے کے لیے واپس لایا جائے گا۔

2

الغیب

(انسانی تصور کی پہنچ سے باہر کی دنیا)

یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ کلام خدا ہے۔ خدا سے) ڈرنے والوں کی رہنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

لغیب، عام طور پر اور غلطی سے "آنکھ سے اوجھل" کے طور پر ترجمہ کیا جاتا ہے، لیکن قرآن میں ان تمام شعبوں یا پوشیدہ حقائق کی نشاندہی کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو انسانی تصور کی حد سے باہر ہیں اور اس وجہ سے سائنسی مشاہدے سے ثابت یا غلط ثابت نہیں ہو سکتے یا قیاس آرائی بھی ممکن نہیں اس کے بارے

یک ایسے دائرے کے وجود کا تصور جو انسانی ادراک کی پہنچ سے باہر ہے، قرآن کی دعوت کو سمجھنے کی بنیادی بنیاد ہے۔ یہ درحقیقت تقریباً ہر مذہب کا بنیادی اصول ہے کیونکہ خدا خود غیب کے دائرے سے تعلق رکھتا ہے۔ تمام حقیقی مذاہب اس آگہی سے جڑے ہیں کہ حقیقت کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ انسان کے تصور اور تخیل کے لیے کھلا ہے اور س کا بڑا حصہ اس کے فہم سے کوسوں دور ہے۔

بعد کی زندگی کی تفصیل

ثال کے طور پر میٹافزکس کے مضامین جیسا کہ خدا کی صفات، وقت اور ابدیت کے حتمی معنی، مردہ کا جی اٹھنا، قیامت کا دن، جنت اور جہنم، فرشتوں اور جنوں کے طور پر بیان لی جانے والی مخلوقات یا قوتوں کی نوعیت، اور اسی طرح – یہ سب الغیب کے زمرے میں آتے ہیں۔

صرف وہی شخص جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ حتمی حقیقت ہمارے قابل مشاہدہ ماحول سے کہیں زیادہ پر مشتمل ہے، خدا پر یقین حاصل کر سکتا ہے اور اس طرح اس یقین پر لہ زندگی کا کوئی نصب العین اور مقصد ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ یہ "ان لوگوں کے لیے رہنمائی ہے جو اس کے وجود پر یقین رکھتے ہیں جو انسانی تصور سے باہر ہے"، قرآن کہتا ہے، درحقیقت یہ ضروری ہے کہ یہ ان تمام لوگوں کے لیے ایک بند کتاب رہے گی جن کے ذہن اس بنیادی بات کو قبول نہیں کر سکتے۔

دو طرح کی آیات:

وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دست گاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔

(لوگو) جب تک خدا ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے گا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا۔ اور اللہ تم کو غیب کی باتوں سے بھی مطلع نہیں کرے گا البتہ خدا اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے۔ تو تم خدا پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تم کو اجر عظیم ملے گا۔

بعد کی زندگی کی جھلک صرف خدا کے برگزیدہ نبیوں کے دائرہ کار میں تھی۔ ان رسولوں کے ذریعے خدا انسان کو اس حقیقت کی جزوی جھلک دیتا ہے جس کا مکمل علم صرف خد اکو ہے۔

اگلا سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بعد کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو عام لوگوں کو بعد کی زندگی کے تجربے کے فائدے کے بغیر کیسے سمجھایا جا سکتا ہے یا مذہب کے مابعد الطبیعاتی نظریات کو کامیابی سے ہم تک کیسے پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب ہمارے "جسمانی یا ذہنی" تجربات سے اخذ کردہ "لون امیجز" سے ہے۔ یہ متشابہات کی صطلاح اور تصور کا اندرونی مقصد ہے جیسا کہ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔

اس طرح، قرآن ہمیں واضح طور پر بتاتا ہے کہ اس کے بہت سے حوالوں اور تاثرات کو ایک سادہ وجہ سے سمجھا جانا چاہیے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فہم کے لیے یہ کسی دوسرے طریقے سے ہم تک پہنچایا نہیں جا سکتا تھا۔ ذرا تصور کریں کہ ایک غیر پیدا ہی جنین کو درحت لیتا للتاہے بس نے پاس درحت کی ظاہری بس نے حوالے سے کوئی

ی شاخوں سے کر سکتا ہے۔ لیکن حمل میں موجود بچے کو درخت سے تشبیہ دینا بہت نامعقول بات ہو گی۔ اگر ہم ہر قرآنی عبارت، بیان، یا اظہار کو اس کے ظاہری، لفظی معنوں میں لیتے اور اس کے استعارہ، استعارہ یا تمثیل کے امکان کو نظر انداز کرتے تو ہم خدائی تحریر کی روح کو مجروح کرتے۔ جہنم، جنت، اور آخرت میں انسانوں کی حالت کے تمام قرآنی حوالہ جات، ضرورت کے مطابق، انتہائی تشبیہاتی ہیں اور اس وجہ سے اگر کوئی ان کو ان کے لفظی معنوں میں لیتا ہے یا اس کے برعکس، ان کی من مانی انداز میں تشریح کرتا ہے تو اسے غلط فہمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

وقت کی جگہ کی حد بندی بمقابلہ لامتناہیت۔

یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں۔ اور آخرت (کی طرف) سے غافل ہیں کیا اُنہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا۔ کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اُن کو حکمت سے اور ایک وقت مقرر تک کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کے قائل ہی نہیں۔(30:78)

(اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیز گار کے لئے (نجات) آخرت ہے اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔(4:77)

انسانی وجود کے دو مراحل کے درمیان ایک فکری موازنہ کا امکان، بڑی حد تک، اس حقیقت سے محدود ہے کہ ہماری تمام سوچ اور تصورات محدود وقت اور جگہ کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ کائنات کی تباہی کے ساتھ، خلائی وقت کے تانے بانے کی چھت پھٹ جاتی ہے، اور زمانے کا زمینی تصور غائب ہو جاتا ہے۔

ہم وقت یا خلا میں لامحدود کا تصور نہیں کر سکتے - اور اس لیے وقت اور خلا سے آزاد وجود کی حالت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ صرف لفظی معنوں میں بعد کی زندگی کے واقعات کی وضاحت کرنا نامناسب ہو گا۔ قرآن میں آخرت کی تفصیل ایک تجریدی تصور کا ٹھوس اظہار ہے۔ تشبیہ کے ذریعے موازنہ کا اصول بعد کی زندگی کے تمام حوالوں پر لاگو ہوتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا "الیگوریکل" کی اصطلاح غیر حقیقی ہے؟ یا اس زندگی کے نقطہ نظر سے جو حقیقی یا غیر حقیقی ہے اسے بعد کی زندگی پر لاگو نہیں کیا جا سکتا۔ لامحدود کے دائرے میں، ایک نئی حقیقت ابھرے گی جو اس زندگی میں کسی بھی حقیقت سے کہیں زیادہ حقیقی ہو گی۔ تصور کریں کہ جنت کے لوگ جوان رہیں گے اور آخرت کے لازوال معیار کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اس سے زیادہ حقیقی چیز کیا ہے - اس دنیا کی عارضی زندگی یا ہمیشہ کے لیے زندہ رہنا؟

بعد کی زندگی کے بارے میں یہ سب کچھ کہنے کے بعد، میں اپنی ذمہ داری سے غافل رہوں گا اگر میں یہ ذکر نہ کروں کہ اسلامی دینیات میں دو مکاتب فکر ہیں۔ آیئے جنت کی مثال لیتے ہیں۔ کچھ مسلمان مذہبی ماہرین کا خیال ہے کہ جنت ایک روحانی تجربہ ہو گی۔ وہ مندرجہ ذیل دلیل کو منبع مانتے ہیں۔

خوشی کی انتہا اس خوبصورت نظارے پر مشتمل ہے جس میں وہ پردہ جو انسان کو خدا سے جدا کرتا ہے اس کے آسمانی جلال کو اس کے زمینی گوشت سے آزاد روح کو ظاہر کرنے کے لیے گرا دے گا۔

جنت کی غیر مادی تشریح کی تائید کرنا پیغمبر کی اس بات سے ہوتی ہے کہ نیک لوگ، "اپنے رب کا چہرہ دیکھیں گے۔

رات اور صبح ایک سعادت ہے جو جسم کی تمام لذتوں کو پیچھے چھوڑ دے گی، جیسا کہ سمندر پسینے کی ایک بوند سے آگے نکل جاتا ہے۔

دوسروں کا خیال ہے کہ جنت کی وضاحت لفظی اور استعاراتی ہے۔ آسمانی نعمتوں کے حالات مشرقی لوگوں کے لیے بیان کیے گئے ہیں جو خشک آب و ہوا میں رہتے تھے۔ جنت کو باغات کہا جاتا ہے۔ "آسمانوں اور زمین" جیسی وسیع جنت کی تفصیل پوری تخلیق شدہ کائنات کے لیے قرآنی استعارہ ہے۔ ہمارے پاس باغات کا تصور، ٹھنڈے شفاف پانی، دودھ، شہد اور شراب کی گہری ندیوں کا سا ہے۔ باغ میں نہ تو بہت زیادہ گرمی ہے اور نہ ہی سخت سردی ہے۔ ہر طرف چشمے پھوٹتے ہیں، حیرت انگیز رنگوں کے سے سرسبز پودے، خوشگوار سایہ، پھولوں سے مزین چراگاہیں، بے حد زرخیزی، ہر قسم کے پھل ہوتے ہیں۔

قرآن کو سمجھنے اور اس کی تشریح کرنے میں ہمیشہ ایک مخلصانہ اختلاف رہے گا۔ ہر ایک کو نبی ﷺ کے اس قول سے پوری طرح آگاہ رہنا چاہیے: "میری امت کے علماء میں اختلاف رائے خدا کے فضل کا نتیجہ ہے۔" خدا کی باتوں کو سمجھنے کی انسانی کوشش کبھی مکمل نہیں ہو گی۔

کہہ دو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لئے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ہم ویسا ہی اور (سمندر) اس کی مدد کو لائیں۔(18:109)

وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا

ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔

3

فرشتے

فرشتوں کی تخلیق کے ارتقاء کے بارے میں قرآن میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق: "فرشتے روشنی سے پیدا ہوئے، اور جنات آگ کی چنگاری سے پیدا ہوئے، اور آدم مٹی سے پیدا ہوا۔"

فرشتوں پر ایمان اسلام کے پانچ اراکاین میں سے ایک ہے۔ فرشتوں صرف خاص کام کے لئے معمور ہیں اور کچھ دھتکارے ہوؤں چھوڑ کر باقی سب صرف خدا کی مرضی پر چلتے ہیں۔

مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔ (66:6)

خاص فرشتوں میں جبرائیل، مائیکل اور اسرافیل ہیں۔ تمام فرشتے ایک خاص امر کو سرانجام دینے پہ معمور ہیں۔ فرشتوں کی یہ صفیں خدا کی حمد کرتے ہیں، اور وہ کائنات بھر میں خدا کے پیغمبر اور خدائی مرضی پر عمل کرنے والے کے طور پر سرگرم دکھائی دیتے ہیں۔ وہ سرپرست اور حساب کتاب کے جمع کرنے کا بھی کام کرتے ہیں۔

فرشتے جو خدا کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں

رات دن (اُس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں (نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں)۔ (21:20)

جو لوگ عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں (یعنی فرشتے) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔ کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے رستے پر چلے ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (40:7)

خدا فرشتوں کے لامحدود جھرمٹ میں عرش نشین ہے، جو اس سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ فرشتوں کو خدا کے تخت القرآن (عرش) کو تھامنے کے بات کو استعاراتی معنوں میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ان کا تخت اٹھانا اور اس کے آس پاس ہونا، یا اس کے قریب ہونا، استعارے کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے، یا عرش کے مالک سے ان کی قربت، اس کی نظر میں ان کا وقار کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اور خدا کی مرضی کی تکمیل میں ان کا اہم کردار ہے۔

جبریل اور مکائیل جیسے فرشتوں کی تکریم

کہہ دو کہ جو شخص جبرائیل کا دشمن ہو (اس کو غصے میں مرجانا چاہیئے) اس نے تو (یہ کتاب) خدا کے حکم سے تمہارے دل پر نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے جو شخص خدا کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے کافروں کا خدا دشمن ہے۔ (2:97-98)

نبی کی متعدد روایات کے مطابق، مدینہ کے یہودیوں میں سے کچھ علماء نے جبریل کو تین وجوہات کی بناپر "یہودیوں کا دشمن" قرار دیا۔ سب سے پہلے، یہودیوں کو ان کی ابتدائی تاریخ کے دوران آنے والی بدقسمتی کی تمام پیشن گوئیاں جبرائیل کے ذریعہ ان تک پہنچائی گئیں، جو اس طرح ان کی نظر میں "برائی کا آشکار" بن گیا (فرشتہ مائیکل کے برعکس جو خوشگوار پیش گوئیاں کرنے والے کے طور پر سمجھے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے انہیں اپنا "دوست" سمجھتے ہیں۔ دوسرا، قرآن باربار کہتا ہے کہ یہ جبرائیل تھا جس نے محمد تک اپنا پیغام پہنچایا، جبکہ یہودیوں کی رائے تھی کہ الہی وحی کا جائز دعویٰ صرف بنی اسرائیل سے ہی ہو سکتا ہے۔ تیسرا جبرائیل کے ذریعے نازل ہونے والا قرآن - بعض یہودیوں کے عقائد اور رویوں پر کڑی تنقید کرتا ہے اور انہیں موسیٰ کے حقیقی پیغام کے برعکس بیان کرتا ہے۔

فرشتے اور الہامی انکشافات۔

مخلوقات میں جو چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔ بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔(35:1)

اور (فرشتوں نے پیغمبر کو جواب دیا کہ) ہم تمہارے پروردگار کے حکم سوا اتر نہیں سکتے۔ جو کچھ ہمارے آگے ہے اور پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں (یعنی) آسمان اور زمین کا اور جو ان دونوں کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے۔ تو اسی کی عبادت کرو اور اسی کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔ بھلا تم کوئی اس کا ہم نام جانتے ہو۔(19:64)

فرشتے خدا کے پیغام کی ترسیل کرنے والے ہیں، انبیاء کو خدا کا الہامی پیغام پہنچاتے ہیں۔
اس طرح جبرئیل (علیہ السلام) کے ذریعے محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا گیا۔ روحانی مخلوق کے "پروں" یا فرشتوں کے عہدہ میں شامل قوتیں اس رفتار اور طاقت کا استعارہ ہیں جس کے ساتھ خدا کے انکشافات اس کے نبیوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔ ان کی کثرت ("دو، یا تین، یا چار") شاید ان بے شمار طریقوں پر زور دینا ہے جن کے ذریعے وہ اپنے احکامات کو اپنی تخلیق کردہ کائنات میں عملی شکل دینے کا سبب بنتا ہے، ایک مفروضہ جس کی تائید ایک مستند حدیث سے ہوتی ہے۔ اپنے معراج کی رات، نبی نے جبرائیل کو 'چھ سو پروں سے مالامال" دیکھا۔

فرشتوں کا دعائے مغفرت کرنا

جو لوگ عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں (یعنی فرشتے) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔ کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے رستے پر چلے ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچالے اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کے بہشتوں میں داخل کر جن کا تونے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں ان کو بھی۔ بے شک تو غالب حکمت والا ہے اور ان کو عذابوں سے بچائے رکھ۔ اور جس کو تو اس روز عذابوں سے بچا لے گا تو بے شک اس پر مہربانی فرمائی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔(40:7-9)

انسانوں پر نگہبانی

حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں عالی قدر (تمہاری باتوں کے) لکھنے والے جو تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔(82:10-12)

یہ نگہبان فرشتوں کا حوالہ ہے جو انسانوں کے تمام اعمال لکھتے کرتے ہیں۔ تاہم، ایک اور وضاحت ہو سکتی ہے "نگہبان" (حافظ) ہر انسان پر مقرر ہے اس کا شعور ہے، جو اس کے تمام محرکات اور اعمال کو اس کے لاشعوری ذہن میں "ریکارڈ" کرتا ہے۔ چونکہ یہ انسان کی نفسیات میں سب سے قیمتی عنصر ہے، اس لیے اسے "عظیم" کہا جاتا ہے۔

نیکوکارون پر خدا کے فرشتوں کا نزول

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اُتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا خوشی مناؤ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں)۔ اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو (ملے گی) اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے (موجود ہوگی) (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔ (41:30-33)

4

شیطان، مردود فرشتہ

تعریفیں: ابلیس، شیطان۔

خدا کے اصولوں کی مخالفت کا استعارہ شیطان ہے، جو برائی کا اصول ہے۔ شیطان تمام نافرمانوں کا رہنما ہے اور ان لوگوں کو ورغلاتا ہے جو کچھ اچھا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔
فظ شیطان - فعل شیطانہ ("وہ تھا یا دور دراز ہو گیا") سے ماخوذ ہے - اکثر قرآن میں ایک طاقت یا اس سے دور کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ان سب کی مخالفت کرتا ہے جو سچ ور اچھی ہیں۔ شیطان خاص طور پر سردار فرشتے کے لئے استعمال ہوتا ہے جو مردود ہوا تھا اور جو فتنوں اور بے دین رجحانات کی شکل میں لوگوں کے دلوں میں پنپتے جذبات کو بھارتا ہے۔ اس کی وسیع ترین، انتہائی تجریدی معنوں میں، یہ "شیطانی قوت" یا بری تسلسل کو ظاہر کرتا ہے جو ہر جائز اخلاقی موقف کے برعکس ہے۔ یہ بری قوتیں انسان کے ساتھ ساتھ روحانی دنیا میں بھی موروثی ہیں۔
شیطان کی اصطلاح قرآن میں واحد اور جمع دونوں میں ظاہر ہوتی ہے، اکثر ابلیس نام کے ساتھ آئی ہے۔، خدا کی نافرمانی کرنے پر آسمان سے بے دخل فرشتہ۔ ابلیس بطور شیطان آدم اور حوا کو نافرمانی پر آمادہ کرتا ہے۔ انگریزی لفظ "شیطان" یونانی ڈیابلوس سے ماخوذ ہے، جو عربی نام ابلیس، مردود فرشتہ کی ہیلینائزڈ شکل ہے۔ ابلیس کی اصطلاح نعل ابلاس سے نکلتی ہے جس کا مطلب ہے "وہ مایوس" یا "ہارا ہوا۔"

اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں اور (پیروانِ محمد ﷺ سے) تو ہم ہنسی کیا کرتے ہیں۔(2:14)

ان کے برے جذبات، "ان کے شیاطین " (شیطان کی جمع) ہیں۔ قدیم عربی استعمال کے مطابق، یہ اصطلاح اکثر لوگوں کی طرف اشارہ کرتی ہے "جو کہ نافرمانی اور گستاخی کرنے کی بدولت شیطان کی طرح ہو گئے ہیں" (زمخشری)

متعدد روایات کے مطابق، نبی ﷺ سے پوچھا گیا، کیا انسانوں میں سے شیطان ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا، "ہاں، اور وہ غیر مرئی مخلوقات میں سے شیطانوں سے زیادہ شریر ہیں [الجن] اور شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔"

اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کیا تُو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت وخون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔ (خدا نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔(2:30)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آکر کافر بن گیا۔(2:34)

(پھر) شیطان نے کہا مجھے تو تُو نے ملعون کیا ہی ہے میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے بیٹھوں گا پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔(7:16-17)

نسان کو صرف برائی پر آمادہ کر سکتا ہے۔
اسلام میں، کوئی ایسا عذر نہیں ہے جیسا کہ "شیطان نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا،" کیونکہ یہ آزاد مرضی کے تصور سے متصادم ہے۔ سنگین گناہ کرنے کے بعد، کچھ لوگ ذمہ داری سے بچنے کی کوشش میں شیطان پر اپنے اعمال کا الزام لگاتے ہیں۔ برائی زندگی کا ایک آزاد، باطنی عنصر نہیں ہے بلکہ انسانوں کی اپنی اخلاقی ناکامیوں سے پیدا ہونے والے فتنوں کا شکار ہونے کا نتیجہ ہے۔ شیطان کا برائی کرنے پر اکسانے کی طاقت دراصل حقیقت نہیں ہے۔ یہ صرف تب حقیقت کا لبادہ پہنتی ہے ب انسان جان بوجھ کر غلط عمل کا انتخاب کرتے ہیں۔
کہ جو مومن ہیں اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اُن پر اس کا کچھ زور نہیں چلتا اس کا زور ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو رفیق بناتے ہیں اور اس کے وسوسے کے سبب (خدا کے ساتھ) شریک مقرر کرتے ہیں۔ (16:99-100)

شیطان قیامت کے دن گنہگاروں سے خطاب کرے گا:
جب (حساب کتاب کا) کام فیصلہ ہوچکے گا تو شیطان کہے گا (جو) وعدہ خدا نے تم سے کیا تھا (وہ تو) سچا (تھا) اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ جھوٹا تھا۔ اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا۔ ہاں میں نے تم کو (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہا مان لیا۔ تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو۔ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریادرسی کرسکتا ہوں اور نہ تم میری فریادرسی کرسکتے ہو۔ میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم پہلے مجھے شریک بناتے تھے۔ بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔ (14:22)

شیطان کا فریب واقعی کمزور ہے۔
جو مومن ہیں وہ تو خدا کے لئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کے لئے لڑتے ہیں سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو۔ (اور ڈرو مت) کیونکہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔ (4:76)

برائی کی طاقت کے خلاف لڑو شیطان کا مکر یا دھوکہ واقعی کمزور ہے۔ دوسرے لفظوں میں، شیطان ناقابل تسخیر دشمن نہیں ہے، اور انسان برائی کت ہاتھوں آشکار ہونے پر بے بس نہیں ہیں۔ شیطان انسانوں کو برائی پہ آمادہ کرتا ہے تا کہ نیک اور بد میں تمیز ہو سکے۔
اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا کہ مومنوں کی ایک جماعت کے سوا وہ اس کے پیچھے چل پڑے اور اس کا ان پر کچھ زور نہ تھا مگر (ہمارا) مقصود یہ تھا کہ جو لوگ آخرت میں شک اوران سے ان لوگوں کو جو اس پر ایمان رکھتے ہیں میں تمیز کر دیں۔ اور تمہارا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (34:20-21)

انسان برائی کو قبول کرنے یا رد کرنے پر خود مختار ہے۔
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ ان کو برانگیختہ کرتے رہتے ہیں تو تم ان پر (عذاب کے لئے) جلدی نہ کرو۔ اور ہم تو ان کے لیے (دن) شمار کر رہے ہیں۔ (19:83-84)

"ہم ان تمام شیطانی قوتوں کو ان لوگوں پر چھوڑ دیتے ہیں جو سچ کو جھٹلاتے ہیں" کے معنی یہ ہیں کہ "ہم نے انہیں ان کے درمیان سرگرم رہنے کی اجازت دی ہے۔". بروقت سزا نہ مانگو کیونکہ خدا نے تمام گنہگاروں کو مہلت دی ہے۔

شیطان کی حکمت عملی

دھوکہ دہی جب برائی اچھی لگتی ہے:
خدا کی قسم ہم نے تم سے پہلی امتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے تو شیطان نے ان کے کردار (ناشائستہ) ان کو آراستہ کر دکھائے تو آج بھی وہی ان کا دوست ہے اور ان کے لیے عذاب الیم ہے۔ (16:63)

شیطان اپنے اتحادیوں کا خوف پیدا کرتا ہے:

ان (کی وجہ) سے غمگین نہ ہونا۔ یہ خدا کا کچھ نقصان نہیں کرسکتے خدا چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کو کچھ حصہ نہ دے اور ان کے لئے بڑا عذاب تیار ہے۔(176-3:175)

اُدھی سچائیوں کی سرگوشی کرنا:

اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان کو اور جو کچھ یہ افتراء کرتے ہیں اسے چھوڑ دو۔(6:112)

مندرجہ بالا آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر غلط کام کر کے شیطان کے ساتھی بن جاتے ہیں۔
شیطانی جھوٹ یا آدھی سچائیوں کے ذریعے زیب آمیز تقریر یا رنگین جھوٹ کی سرگوشیاں انسانوں دھوکہ دہی کی طرف راغب کرتی ہیں اور انہیں تمام اخلاقی اقدار کو نظر نداز کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔
چنانچہ مذکورہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر نبی کو برائیوں کی روحانی اور بعض اوقات جسمانی دشمنی کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ دشمن جو کسی بھی وجہ سے حق کی آواز سننے سے انکار لرتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

گنہگار جذبات کا حاوی ہونا:

ایک فریق کو تو اس نے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہو چکی۔ ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنالیا اور سمجھتے ہیں کہ ہدایت یاب ہیں۔(7:30)

ان کے لیے ان کے اپنے اعمال اور رویوں کے ناگزیر نتائج کی وجہ سے "صحیح راستے سے بھٹک جانا" ناگزیر ہو جاتا ہے۔ "شیطانی قوتیں" کی اصطلاح قرآن میں ہر قسم کے شیطانی آدرشوں پر لاگو کی گئی ہے جو ان لوگوں کے دلوں کے قریب ہیں جو خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ اس لیے شیاطین کی اصطلاح کو "برے جذبات" کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

مردوں کے درمیان اختلافات کا بیج بونا:

اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں۔ کیونکہ شیطان (بری باتوں سے) ان میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔(17:53)
اور جس چیز پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا گناہ ہے اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ ان کے کہے پر چلے تو بے شک تم بھی مشرک ہوئے۔(6:121)

آپ کے برے جذبات آپ کو اس دلیل میں کھینچنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کیا گناہ ہے کیا نہیں ہے تاکہ آپ اس سلسلے میں خدا کے واضح احکامات کو نظر انداز کر سکیں۔ اگر آپ ان کی من مانی، دھوکہ دہی پر مبنی استدلال پر عمل کریں گے تو آپ انہیں اخلاقی قانون سازوں کے عہدے پر فائز کر دیں گے اور اس طرح ان کو وہ حق دیں گے جو صرف خدا کا ہے۔

شیطان نبوی پیغامات میں شک ڈال رہا ہے:

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اس کا یہ حال تھا کہ) جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو میں (وسوسہ) ڈال دیتا تھا۔ تو جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے خدا اس کو دور کر دیتا ہے۔ پھر خدا اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔ اور خدا علم والا اور حکمت والا ہے۔(22:52)

گنہگاروں کا شیطانی خواہشات کو قبول کرنا:

غرض (اس سے) یہ ہے کہ جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے اس کو ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں ذریعہ آزمائش ٹھہرائے۔ بے شک ظالم پرلے درجے کی مخالفت میں ہیں۔(22:53)

(اور دیکھنا) شیطان (کا کہنا نہ ماننا وہ) تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے۔ اور خدا تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے۔ اور خدا بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے۔ اور جس کو دانائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی۔ اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔(2:268-269)

نیک لوگ شیطان کو مسترد کرتے ہیں اور خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں:

اور یہ بھی غرض ہے کہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ وہ (یعنی وحی) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل خدا کے آگے عاجزی کریں۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں خدا ان کو سیدھے رستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔(22:54)

ہر نبی کو بری قوتوں سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ شیطان نے پیغمبروں کو خدا کا پیغام مبہم بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی کہ اس کی امت کی روحانی بہتری اس کے پیغام کا اصل مقصد نہیں بلکہ ذاتی طاقت اور اثر ورسوخ کا حصول ہے۔ جو لوگ گناہ کا شکار ہوتے ہیں وہ اس طرح کے شبہات کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں اور یہ ان کے لیے آزمائش کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ شیطان ان لوگوں کو بھی آزماتا ہے جنہوں نے مومن ہیں لیکن وہ پیغمبرانہ پیغام میں ڈالے جانے والے شبہات کو مسترد کرتے ہیں کیونکہ خدا کا واضح پیغام خود بولتا ہے، اور نبی کے پوشیدہ مقاصد کے بارے میں کوئی بھی ابہام خود بخود غلط ثابت ہو جاتی ہے۔

شیطان کے پیروکار:

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا (کی شان) میں علم (ودانش) کے بغیر جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں جس کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے کہ جو سے دوست رکھے گا تو اس کو گمراہ کردے گا اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔(22:3-4)

شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ دوزخ والوں میں ہوں۔(35:6)

عاصیانہ اور مادیت پسندانہ نقطہ نظر:

اور ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنادو جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں (اور ہفت پارچہ علم شرائع سے مزین کیا) تو اس نے ان کو اتار دیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجے) کو بلند کر دیتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔ تو اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور یونہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو ان سے یہ قصہ بیان کردو تاکہ وہ فکر کریں۔(7:175-176)

ایک پرجوش کتے کی تمثیل:

اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجے) کو بلند کر دیتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔ تو اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور یونہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو ان سے یہ قصہ بیان کردو۔ تاکہ وہ فقر کریں۔(7:176)

خود کے خلاف گناہ کرنا:

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان کی مثال بری ہے اور انہوں نے نقصان (کیا تو) اپنا ہی کیا جس کو خدا ہدایت دے وہی راہ یاب ہے اور جس کو گمراہ کرے تو ایسے لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔(7:177-178)

وہ مویشیوں کی طرح ہیں:

ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ بالکل چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔(7:179)

یہاں جس قسم کے آدمی کی بات کی جاتی ہے وہ وہ ہے جو الٰہی پیغام کو سمجھ گیا ہے لیکن اس کی سچائی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ جیسا کہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے - اس کی بیکار خواہشات اور زندگی کے بارے میں ایک مادی دنیاوی نقطہ نظر اس پر حاوی ہے۔ اس کا رویہ دنیاوی خواہشات کے زیر اثر ہوتا ہے جو اس کے فوری فوائد یا نقصانات کی طرف جھکاؤ کی نمائندگی کرتا ہیں - جس طرح کتا صرف اپنی جبلت اور قدرتی ضروریات کی پیروی کرتا ہے اور اخلاقی انتخاب کے امکان یا ضرورت سے واقف نہیں ہے۔

اس حوالہ میں جس قسم کے انسان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ہمیشہ وہ انسان ہے، چاہے ظاہری حالات جو بھی ہوں—وہ اپنی وجہ تخلیق اور بنیادی خواہشات میں جنگ لرتا نظر آتا ہے۔ لہذا وہ مایوس نظر آتا ہے اور خود ساختہ خوف کے زیرِ تسلط رہتا ہے۔ وہ ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا، جو ایک مومن اپنے ایمان کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔

اسکا انجام جہنم کی آگ ہے:

شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ دوزخ والوں میں ہوں جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے بھلا جس شخص کو اس کے اعمال بد آراستہ کرکے دکھائے جائیں اور وہ ان کو عمدہ سمجھنے لگے تو (کیا وہ نیکوکار آدمی جیسا ہوسکتا ہے)۔ بے شک خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ان لوگوں پر افسوس کرکے تمہارا دم نہ نکل جائے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں خدا اس سے واقف ہے۔(35:6-8)

خدا کے منصوبے میں برائی کا کردار:

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو بتدریج اس طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو معلوم ہی نہ ہوگا اور میں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں میری تدبیر (بڑی) مظبوط ہے۔(7:182-183)

اصطلاح "لطیف منصوبہ" خدا کی تخلیق کے ناقابل فہم منصوبے کی نمائندگی کرتی ہے، جس میں سے انسان صرف الگ الگ ٹکڑوں کی جھلک دیکھ سکتا ہے اور کبھی مکمل نہیں۔ ایک منصوبہ جس میں ہر چیز اور ہر واقعہ کا ایک خاص مقصد ہوتا ہے اور کچھ بھی حادثاتی نہیں ہوتا ہے۔ بالواسطہ طور پر، مذکورہ بالا حوالہ اس سوال کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خدا اتنے برے لوگوں کو اپنی زندگیوں سے بھرپور لطف اندوز ہونے کی اجازت کیوں دیتا ہے، جبکہ بہت سے نیک لوگوں کو تکلیف دہ زندگی ملتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس دنیا میں اپنی زندگی کے دوران، انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ بالآخر بظاہر خوشی اور دکھ آخر کس طرف لے جاتی ہے اور خدا کے تخلیق کردہ "لطیف منصوبہ" میں کیا کردار ادا کرتی ہے۔

بری روحوں کا ساتھ:

اور ہم نے (شیطانوں کو) ان کا ہم نشین مقرر کر دیا تھا تو انہوں نے ان کے اگلے اور پچھلے اعمال ان کو عمدہ کر دکھائے تھے اور جنات اور انسانوں کی جماعتیں جو ان سے پہلے گذر چکیں ان پر بھی خدا (کے عذاب) کا وعدہ پورا ہوگیا۔ بے شک یہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔(41:25)

'دوسرے خود" بری روح کے ساتھیوں کا حوالہ دیتے ہیں (4:38 دیکھیں) ایک دوسرے کے ساتھ گہرائی سے وابستہ یا جوڑے ہوئے، ایک چیز کے ساتھ۔ ان کے شیطانی جذبات، جو ان کے "ساتھی" بن چکے تھے، نے انہیں بغیر کسی اخلاقی تفریق کے بے لگام لطف اندوز کیا۔ ان کے سامنے تمام دنیاوی پرکشش مقامات پر ان کی بے حسی ان کو ایک ہی وقت میں قیامت کا خیال اور خدا کے فیصلے کو ایک فریب قرار دینے کا سبب بنتی ہے - اس طرح انہیں کسی ایسی چیز کے بارے میں تحفظ کا غلط احساس دلاتا ہے جو ان کے فہم سے باہر تھا۔

شیطان: بدکاروں کا ساتھی:

اور جو کوئی خدا کییاد سے آنکھیں بند کرکے (یعنی تغافل کرے) ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے اور یہ (شیطان) ان کو رستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے رستے پر یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ اے کاش مجھ میں اور تجھ میں مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا تو برا ساتھی ہے اور جب تم ظلم کرتے رہے تو آج تمہیں بات فائدہ نہیں دے سکتی کہ تم سب عذاب میں شریک ہو۔(43:36-39)

بھی، گویا کہ "رحمٰن کی یاد سے اندھے" ہیں۔

خدا کی عبادت کرو اور بدی سے بچو:

اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔ تو ان میں بعض ایسے ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔ سو زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ (16:36)

قرآنی اصطلاحات میں، "خدا کی عبادت" سے مراد انسان کا احساس ذمہ داری کے تصور سے ہمکنار ہونا ہے۔ لہذا، مذکورہ بالا حکم، انتہائی جامع وضع کردہ تصور میں، تمام اخلاقی حکامات اور ممانعتوں کا مجموعہ ہے۔ یہ تمام اخلاقیات کی بنیاد اور ذریعہ ہے اور ساتھ ہی ہر سچے مذہب موروثی پیغام ہے جو کہ ہو بہو وہی ہوتا ہے جو پہلے موجود تھا۔

شیطانی قوتیں:

بلیس کے پیرا کاروں کے لئے آتشِ جہنم

وہ اور گمراہ (یعنی بت اور بت پرست) اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور شیطان کے لشکر سب کے سب (داخل جہنم ہوں گے) وہ آپس میں جھگڑیں گے اور ہیں گے کہ خدا کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے جب کہ تمہیں (خدائے) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے اور ہم کو ان گنہگاروں ہی نے گمراہ کیا تھا تو (آج) نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے اور نہ گرم جوش دوست۔ (26:94-101)

'ابلیس کے لشکر" برائی کی قوتیں ہیں، یا شیطان، جن کا ذکر اکثر قرآن میں انسان کے گناہ کے سلسلے میں کیا جاتا ہے۔

شیطان کی عبادت:

اور گنہگارو! آج الگ ہو جاؤ اے آدم کی اولاد ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا۔ یہی سیدھا رستہ ہے اور اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا تھا۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟ یہی وہ جہنم ہے جس کی تمہیں خبر دی جاتی ہے (سو) جو تم کفر کرتے رہے ہو اس کے بدلے آج اس میں داخل ہو جاؤ۔ (36:59-64)

"یہ، پھر، جہنم ہے" کا فقرہ گنہگاروں کے انبیاء کی بار بار تنبیہ کے باوجود گمراہ ہونے کے احساس کی طرف اشارہ کرتا ہے اور آخرت میں اذیت کا باعث بنے گا۔ تکرار ستقامت کا عنصر اس اور اگلی آیت دونوں میں مضمر ہے۔

خدا کی پناہ مانگو شیطان مردود سے:

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ (4:83)

اور کہو کہ اے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہو اور اے پروردگار! اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔ (23:97-98)

اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے پناہ مانگ لیا کرو۔ (16:98)

نسان ہمیشہ اپنی فطرت کے اعتبار سے وحی کے ذریعے قائم کردہ اخلاقی معیارات پر سوال اٹھاتا ہے۔ مومن سے تحقیق کہا جاتا ہے کہ وہ جب بھی اس الہامی تحریر کو پڑھتا یا اس پر غور کرتا ہے، خدا کی روحانی مدد شاملِ حال ہوتی ہے ان وسوسوں کے خلاف جسے قرآن نے "شیطان، ملعون" قرار دیا ہے۔

سورہ 113۔ الفلق (طلوع آفتاب)

پھونکنے والیوں کی برائی سے اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب حسد کرنے لگے۔(113:1-5)

الفلق (یا "طلوع فجر") کی اصطلاح اکثر "بے یقینی کی مدت کے بعد سچ کا ظہور" (تاج العروس) بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

ہذا، "طلوع آفتاب کا برقرار رکھنا" یہ بتاتا ہے کہ خدا سچائی کے تمام ادراک کا منبع ہے اور یہ کہ اس کے ساتھ "پناہ مانگنا" حق کے پیچھے جدوجہد کے مترادف ہے۔
سیاہ اندھیرے کی برائی سے مراد مایوسی کا اندھیرا یا موت کے قریب پہنچنا ہے۔ خفیہ کوششیں، یا لفظی طور پر "گرہوں پر پھونکنے والوں کی" اسلام سے پہلے عرب کا ایک محاور
حملہ ہے جو تمام خفیہ کوششوں کو نامزد کرتا ہے۔
یہ غالبا چڑیلوں اور جادوگروں کی مشق سے اخذ کیا گیا تھا جو ان پر پھونک مارنے اور جادو کی آوازوں کو بڑبڑاتے ہوئے کئی گرہوں میں تار باندھتے تھے۔ مذکورہ آیت کی اپنی
ضاحت میں، زمخشاری نے اس طرح کے طریقوں کی حقیقت اور تاثیر کے ساتھ ساتھ جادو کے تصور کے تمام عقائد کو واضح طور پر مسترد کر دیا۔ اس وجہ سے کہ مومن کو ان
طریقوں سے "خدا کی پناہ مانگنے" کا حکم دیا جاتا ہے جو ان کی واضح غیر معقولیت کے باوجود اس طرح کی کوششوں کی خطا کی وجہ سے ہے، اور اس ذہنی خطرے سے جس میں وہ
پنے مصنف کو شامل کرسکتے ہیں، جیسے اخلاقی اور معاشرتی اثرات کہ کسی بھی دوسرے کی زندگی پر حسد بھی ہوسکتا ہے اور ساتھ ہی حسد کی برائی کے آگے جھکنے سے بھی۔

5

جنات

نسانوں اور فرشتوں کی درمیانی چیز، قابل، ذہین روحیں جن کہلاتی ہیں۔ خدا کو کثرت سے "تمام جہانوں کا پالنے والا" (رب العالمین) کہا جاتا ہے، اور جمع کا استعمال واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دنیا کے ساتھ ساتھ ہمارے مشاہدے کے لیے کھلی ہوئی، دوسری کئی دنیا اور بھی ہیں۔ زندگی کی دوسری شکلیں ہم سے اور ممکنہ طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اور پھر بھی وہ باریک بینی سے بات چیت کرتے ہیں اور ممکنہ طور پر ایک دوسرے سے ہمارے شعور سے باہر سرائیت کرسکتے ہیں۔ قبل از اسلام عربی لوک داستانوں میں، جن کی اصطلاح اس لفظ کے سب سے مشہور معنوں میں شیطانوں کے تمام آداب کو ظاہر کرنے کے لیے آئی ہے۔ اس لوک داستانی شبیہہ نے اس

جسمانی وجود کے بغیر روحانی قوتیں:

ان میں سے سب سے زیادہ عام طور پر جن روحانی قوتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ہیں جنکا جسمانی وجود نہیں ہوتا اور وہ ہمارے جسمانی حواس کے تصور سے باہر ہوتی ہیں۔ ایسے مظاہر کا مشاہدہ کرنے میں ہماری نااہلی ان کے وجود سے انکار کا جواز نہیں بناتی۔ ہمارے جسمانی حواس صرف انتہائی غیر معمولی حالات میں ان سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ ان کے طریقوں اور ہمارے درمیان ٹکراؤ، عجیب اور ناقابل فہم مظہروں کو جنم دے سکتا ہے، جسے انسان کی قدیم فنتاسی نے بعد میں بھوت، راکشسوں اور اس طرح کے دیگر افوق الفطرت ظہور سے تعبیر کیا ہے۔

جنوں کی علامات:

جنوں کے حوالے بعض اوقات بعض افسانوں کو یاد کرنے کے لیے ہوتے ہیں جنہیں لوگوں کے شعور میں گہرا سرایت کیا جاتا ہے جن سے قرآن پہلی مثال میں مخاطب ہوا تھا (مثلاً 34 34: 12–14، 82:21 میں، سلیمان کے تحت دیکھیں)۔ مقصد ہر مثال میں افسانہ نہیں بلکہ اخلاقی یا روحانی سچائی کی مثال ہے۔

جنات کی تخلیق:

اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا۔ (15:27)

اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ (55:15)

جن دکھائی انسانی شکل میں بھی ظاہر ہو سکتے ہیں اور انسانوں کی طرح اچھے اور برے بھی ہو سکتے ہیں۔

سورہ 114۔ الناس (مرد)

کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں (یعنی) لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی لوگوں کے معبود برحق کی (شیطان) وسوسہ انداز کی برائی سے جو (خدا کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے وہ جنّات میں سے ہوں یا انسانوں میں۔ (114:1-6)

سورہ 114 (الناس) میں شاید الجنۃ کی اصطلاح اور تصور کا سب سے قدیم قرآنی تذکرہ موجود ہے (الجن کے مترادف)۔

یہ اصطلاح شاید فطرت کی غیر محسوس، پراسرار قوتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جس سے انسان کی نفسیات سامنے آتی ہیں اور جو بعض اوقات ہمارے لیے صحیح اور غلط کے درمیان فرق کرنا مشکل بنا دیتی ہیں۔

یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ "نادیدہ قوتیں" جن سے ہمیں خدا کی پناہ مانگنے کے لیے کہا جاتا ہے وہ ہمارے اپنے دلوں کے وسوسے، ہماری حرص اور غلط تصورات اور غلط اقدار سے پیدا ہونے والی برائی کی آزمائشیں ہیں۔ جو ہو سکتا ہے کہ ہمارے اجداد نے ہمارے سپرد کی ہوں۔

ایمان کا اعتراف:

جنوں نے قرآن کو قبول کیا۔

اور جب ہم نے جنوں میں سے کئی شخص تمہاری طرف متوجہ کئے کہ قرآن سنیں۔ تو جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ جب (پڑھنا) تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان) کو نصیحت کریں۔ (46:29)

موسیٰ کا امتی جن:

کہنے لگے کہ اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے (اور) سچا (دین) اور سیدھا رستہ بتاتی ہے اے قوم! خدا کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ خدا تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے

وگ صریح گمراہی میں ہیں۔(46:30-32)

مذکورہ واقعہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ نخلہ کی تصغیر، نخلستان میں واقع ہوا ہے، جو مکہ سے طائف جانے والے راستے میں ہوا ہے۔

نبی کی طرف سے قرآن کی تلاوت کے لیے، "غیب مخلوق" نے فوراان کی سچائی کو سمجھااور ان کو قبول کر لیااور اپنے ساتھیوں کے پاس مبلغ اور قرآنی عقیدے کے مبلغ بن کر واپس آئے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جنات سوال میں حضر تموسیٰ کے پیروکار تھے، کیونکہ وہ قرآن کو "موسیٰ کے بعد سے نازل کردہ وحی" کے طور پر دیکھتے ہیں، جبکہ درمیان میں آنے والے نبی عیسیٰ کا ذکر نہیں کرتے وہ۔

سورہ 72۔الجن (نظر نہ آنے والے)

جنوں کے اس گروہ کے ایمان کا اعتراف نیچے سورہ 72، الجن (آیات 1–17) میں جاری ہے۔

حیرت انگیز گفتگو:

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سناتو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔(72:1-2)

خدا نے بیٹا پیدا نہیں کیا:

جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور یہ کہ ہمارے پروردگار کی عظمت (شان) بہت بڑی ہے اور وہ نہ بیوی رکھتا ہے نہ اولاد اور یہ کہ ہم میں سے بعض بے وقوف خدا کے بارے میں جھوٹ افتراء کرتا ہے اور ہمارا (یہ) خیال تھا کہ انسان اور جن خدا کی نسبت جھوٹ نہیں بولتے۔(72:2-5)

غیر مرئی مخلوق نے تثلیث کے عیسائی تصور کو بھی مسترد کر دیا (72: 3) ان "نادیدہ مخلوقات" کی نوعیت کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتی، کیونکہ سیاق وسباق سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان مخلوقات کی تقریر صرف ایک ہدایت کی مثال ہے جو قرآن ذہن کو "صحیح چیزوں کا شعور" حاصل کرنے کے لیے پیش کرتا ہے۔

صطلاح جن سے مراد وہ چیز ہے جسے "خفیہ طاقتیں" کہا جاتا ہے، بلکہ، کسی شخص کی ان کے ساتھ مشغولیت۔

یہ قوتیں بظاہر "خدا کے بارے میں جھوٹ بولتی ہیں" کیونکہ وہ اپنے عقیدت مندوں کو اس کے وجود کی نوعیت اور تخلیق شدہ کائنات کے ساتھ اس کے مبینہ تعلقات کے بارے میں ہر طرح کے لاجواب، صوابدیدی تصورات پر آمادہ کرتی ہیں۔ مختلف گنوسٹک اور تھیوسوفیکل سسٹمز، کیبلسٹک یہودیت میں، اور ان میں سے ہر ایک کے قرون وسطی کے بہت سے شاخوں میں۔

خدا اب کبھی دوسرا رسول نہیں بھیجے گا:

ور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے (اس سے) ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی اور یہ کہ ان کا بھی یہی اعتقاد تھا جس طرح تمہارا تھا کہ خدا کسی کو نہیں جلائے گا۔(72:6-7)

'پناہ مانگنا" مدد یاتحفظ مانگنے کے مترادف ہے، جو کہ بعض قسم کے انسانوں کی اس امید کی طرف اشارہ ہے کہ جادوئی طاقتیں جن کی طرف انہوں نے رجوع کیا ہے وہ کامیابی کے ساتھ ان کی زندگی میں رہنمائی کریں گی اور اس طرح ایک نئے نبی کی آمد ان کیلئے غیر اہم ہو جائے گی۔ یہودیوں کی بھاری اکثریت اس بات پر یقین رکھتی تھی کہ پرانی نجیل میں جن لوگوں کا واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے ان کے بعد کوئی نبی نہیں مبعوث ہو گا—چنانچہ یسوع اور بلاشبہ محمد صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور عیسیٰ کا انکار ہے یہ۔

حق وباطل کا شعور:

اور یہ کہ ہم نے یقین کرلیا ہے کہ ہم زمین میں (خواہ کہیں ہوں) خدا کو ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اس کو تھکا سکتے ہیں اور جب ہم نے ہدایت (کی کتاب) سنی اس پر ایمان لے آئے۔ تو جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لاتا ہے اس کو نہ نقصان کا خوف ہے نہ ظلم کا اور یہ کہ ہم میں بعض فرمانبردار ہیں اور بعض (نافرمان) گنہگار ہیں۔ تو جو فرمانبردار ہوئے وہ سیدھے رستے پر چلے اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے اور (اے پیغمبر) یہ (بھی ان سے کہہ دو) کہ اگر یہ لوگ سیدھے رستے پر رہتے تو ہم ان کے پینے کو بہت سا پانی دیتے تاکہ اس سے ان کی آزمائش کریں۔ اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرے گا وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔(72:12-17)

مذکورہ بالا دعوے کے ساتھ اس عقیدے کے شروع میں جنوں کے طور پر بیان کی جانے والی مخلوقات کا "ایمان کا اعتراف" ختم ہو جاتا ہے۔

'پانی کی کثرت" کے جملے کو نعمت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، خوشی کا ایک استعارہ، جو کہ قرآن مجید میں جنت کے بہتے پانیوں کے حوالے سے اس طرح کی تشبیہات کی بازگشت ہے۔

خدا کی نعمتوں کا عطا ہونا صرف صداقت کا انعام نہیں ہے، بلکہ، انسانی شعور کا امتحان ہے، اور، ان کی بدولت اس کا شکر گزار ہونا ہے۔

مستقبل کی پیش گوئی کرنے کے لیے علم نجوم:

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا پایا اور یہ کہ پہلے ہم وہاں بہت سے مقامات میں (خبریں) سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لئے انگارا تیار پائے اور یہ کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس سے اہل زمین کے حق میں برائی مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے اور یہ کہ ہم میں کوئی نیک ہیں اور کوئی اور طرح کے۔ ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔(72:8-11)

مذکورہ بالا اقتباس یہودی علم نجوم کے پرانے طریقوں کو مستقبل کی پیش گوئی کرنے کو بیان کرتا ہے۔ ان کا "آسمان کی طرف پہنچنا" ذہنی حالت کی استعاراتی وضاحت ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے آدمی خود کو خود کفیل سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو اس سوچ میں مبتلا کرتا ہے کہ وہ اپنی قسمت پر عبور حاصل کرنے کا مختار ہے لیکن ہم اپنی حیثیت اور اپنی تمام صلاحیتوں اور علم سیکھنے کے باوجود ناکام رہے۔ ہم نہیں جانتے کہ آیا بد نصیبی زمین والوں کا انتظار کر رہی ہے یا خدا انہیں "صحیح چیزوں کا شعور" عطا کرے گا، جو بری قسمت کے برعکس خوشی کے برابر ہے۔ جیسا کہ تسلسل سے ظاہر ہے (اور جیسا کہ 15:18 میں بتایا گیا ہے)، اس کا تعلق علم نجوم یا باطنی حساب سے مستقبل کی پیش گوئی کرنے کی تمام کوششوں سے ہے یا جادوئی علوم کے ذریعہ مستقبل کے واقعات پر اثر انداز ہونے کی کوشش ہے۔

مستقبل اور خفیہ کوششوں کی پیش گوئی:

ور ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اُس کو سجا دیا اور ہر شیطان راندۂ درگاہ سے اُسے محفوظ کر دیا ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا نگارہ اس کے پیچھے لپکتا ہے۔(15:16-18)

جملہ "ہر شیطانی قوت ملعون ہے" سے مراد اسلام میں ان کوششوں کی شدید مذمت ہے، جو نجومی قیاس آرائیوں سے مستقبل کی پیش گوئی کرتے وقت کرتے ہیں. خدا نے آسمانوں کو اس طرح کی شیطانی قوتوں کے خلاف محفوظ بنا دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نجوم کے ذریعے انکو حاصل کرنا نا ممکن بنا دیا ہے، یا جسے عام طور پر خفیہ علوم کہا جاتا ہے، اس کا کوئی بھی حقیقی علم جو "انسانوں کی سمجھ سے باہر ہے" (الغیب)

س طرح کے ناجائز طریقوں ("چپکے سے") کے نامعلوم کے اسرار کو جاننے کی کسی بھی کوشش لا محالہ آگ کا استعمال ہوتا ہے "یعنی آگ جلا کر)۔

بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی کہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہ لگا سکیں اور ہر طرف سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں (یعنی وہاں سے) نکال دینے کو اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے ہاں جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے تو جلتا ہوا انگارہ ان کے پیچھے لگتا ہے۔(37:6-10)

علیٰ تو وہ فرشتہ قوتیں ہیں جن کی "تقریر" خدا کے احکامات کا استعارہ ہے۔

مذکورہ بالا حوالہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان اس کی تخلیق کردہ کائنات کی مختلف اقسام اور گہرائیوں کو واقعی سمجھنے سے قاصر ہے۔

یک نیا، ترچھا قیامت کے موضوع کے بارے میں نقطہ نظر، جو بالواسطہ سوال کی شکل میں ترتیب میں لیا گیا ہے۔

حصہ 2: دنیا کا خاتمہ اور مردوں کا جی اٹھنا:

6

ساعتِ قیامت اور صور کا پھونکا جانا

ہے یعنی ابتداء اور اختتام کے بغیر اور کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ خدا کے وجود سے انکار کیا جائے جو تنہا ہے اور قیامت اور خدائی فیصلے کا انکار۔ دوسرے لفظوں میں، یہ موت کے بعد کی زندگی اور انسانی زندگی سے منسلک تمام اہمیت اور مقصد سے انکار ہے۔ جیسا کہ خدا ہر فرد کی عمر کا تعین کرتا ہے، اسی طرح، وہ زمین کی مقررہ حد اور اس پر پوری انسانیت کی مدت کا تعین کرتا ہے۔ ہر لمحے میں، ہم وقت اور تاریخ کے اختتام کے قریب پہنچ رہے ہیں جب سب کو خالق کی زبردست موجودگی میں لایا جائے گا۔ خدا کے ہاتھ میں ان سب چیزوں کی قسمت ہے جو اس نے وجود میں لائی ہیں۔ ایک دن، دنیا کا خاتمہ ہو گا، اس کے بعد قیامت اور آخری فیصلہ ہو گا۔

ساعتِ قیامت کے بارے سوال:

کہہ دو کہ تم سے ایک دن کا وعدہ ہے جس سے نہ ایک گھڑی پیچھے رہو گے اور نہ آگے۔(34:30)

وہ ان لوگوں کی نگاہ میں دور ہے اور ہماری نظر میں نزدیک۔(70:6-7)

اور اگر ایک مدت معین تک ہم ان سے عذاب روک دیں تو کہیں گے کہ کون سی چیز عذاب روکے ہوئے ہے۔ دیکھو جس روز وہ ان پر واقع ہو گا (پھر) ٹلنے کا نہیں اور جس چیز کے ساتھ یہ استہزاء کیا کرتے ہیں وہ ان کو گھیر لے گی۔(11:8)

خدا ہی تو ہے جس نے سچائی کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور (عدل وانصاف کی) ترازو۔ اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لئے جلدی کر رہے ہیں۔ اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔ دیکھو جو لوگ قیامت میں جھگڑتے ہیں وہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔(42:17-18)

پیغمبر کے ہم عصر جنہوں نے قرآن کو الہامی وحی ماننے سے انکار کیا تھا وہ مذاق اڑاتے ہوئے محمد ﷺ کو مثالی سزا دینے کا چیلنج کرتے ہیں جس کا وعدہ خدا ان سے کرتا ہے۔ قیامت اور قیامت کی آمد کے مضحکہ خیز سوال کے بارے میں بار بار قرآنی حوالہ جات اس کے ذمہ دار ذہن کے رویے کو ظاہر کرنے کے لیے ہیں۔ اس طرح کا طنز ایک الگ تھلگ تاریخی واقعے تک محدود نہیں ہے بلکہ زیادہ تر، اگر سب نہیں تو وہ ہیں جو "سچ سے انکار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔"

اگر یہ لوگ منہ پھیریں تو کہہ دو کہ میں نے تم کو سب کو یکساں (احکام الہیٰ سے) آگاہ کر دیا ہے۔ اور مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ (عن) قریب (آنے والی) ہے یا (اس کا وقت) دور ہے، اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لئے آزمائش ہو اور ایکمدت تک (تم اس سے) فائدہ (اٹھاتے رہو) پیغمبر نے کہا کہ اے میرے پروردگار حق کے ساتھ فیصلہ کر دے۔ اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہے۔(21:109، 111-112)

آخری ساعت اور قیامت کے قریب ہونے کے قرآنی اشارے، وقت کے انسانی تصور پر مبنی نہیں ہیں۔ "جو ان کے قریب تر ہے" ان کی اپنی زندگی کا اختتام ہے، جو قیامت سے پہلے لازمی ہو گا۔ تمام الہامات کا "جو لوگ سچ کو جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں" انکی کی طرف سے مسترد کرنا، ان کے جی اٹھنے اور خدا کے فیصلے سے انکار کی بدولت ہے، اور ہر علیٰ مذہب کے مطابق مطلق اخلاقی معیارات کے درست ہونے کو تسلیم کرنا ہے۔

قیامت کا اچانک آنا:

(یہ لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے۔ کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کو ہے۔ وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔ وہ آسمان وزمین میں ایک بھاری بات ہو گی اور ناگہاں تم پر آجائے گی۔ یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ کہو کہ اس کا علم تو خدا ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔(7:187)

اور آسمانوں اور زمین کا علم خدا ہی کو ہے اور (خدا کے نزدیک) قیامت کا آنا یوں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلد تر۔ کچھ شک نہیں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔(16:77)

کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں میں واپس جا سکیں گے۔ (36:48-50)

بلکہ قیامت ان پر ناگہاں آ واقع ہوگی۔ اور ان کے ہوش کھو دے گی۔ پھر نہ تو وہ اس کو ہٹا سکیں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی ۔(21:40)

اب تو یہ لوگ قیامت ہی کو دیکھ رہے ہیں کہ ناگہاں ان پر آ واقع ہو۔ سو اس کی نشانیاں (وقوع میں) آ چکی ہیں۔ پھر جب وہ ان پر آ نازل ہوگی اس وقت انہیں نصیحت کہاں (مفید ہو سکے گی؟) پس جان رکھو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور (اور) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی۔ اور خدا تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھیرنے سے واقف ہے۔(47:18-19)

قیامت بالکل اچانک اور غیر متوقع ہونے کی خصوصیت کی حامل ہوگی، ادھر خدا کا حکم ہوگا ادھر قیامت واقع ہو جائے گی۔ "مذکورہ بالا بیان،" قیامت کے ناگزیر ہونے کی بہت سی قرآنی پیش گوئیوں کا حوالہ ہے اور ساتھ ہی اس بات کے ثبوت کا بھی کہ ہر غیر متعصب ذہن کا ماننا ہے کہ تمام مخلوقات فانی ہیں۔ جب قیامت آئے گی تو ان کے گناہ کرنے اور دیر سے توبہ کرنے کے بارے میں ان کے شعور کے جاگ اٹھنے سے کیا فائدہ ہوگا؟

قیامت اور اچھے اعمال:

قیامت یقیناً آنے والی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اسکا بدلا پائے۔ (20:15)

قتباس "جس کے لیے اس نے کوشش کی" کا مطلب ہے کوشش کا شعور اور غیر ارادی افعال اس سے استثنا ہیں، قطع نظر اس کے کہ متعلقہ عمل اخلاقی طور پر اچھا ہے یا برا۔ مذکورہ اصول کو بیان کرتے ہوئے، قرآن تمام سچے مذاہب کے اخلاقی تصورات کی بنیادی شناخت پر زور دیتا ہے۔

(یعنی ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت۔ وہ اس دن سے جب دل (خوف اور گھبراہٹ کے سبب) الٹ جائیں گے اور آنکھیں (اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں تاکہ خدا ان کو ان کے عملوں کا بہت اچھا بدلہ دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے۔ اور جس کو چاہتا ہے خدا بے شمار رزق دیتا ہے۔(24:37-38)

قیامت بہت قریب ہے لہٰذا صرف ایک خدا کی عبادت کرو۔

یہ (محمد ﷺ) بھی اگلے ڈر سنانے والوں میں سے ایک ڈر سنانے والے ہیں آنے والی (یعنی قیامت) قریب آ پہنچی اس (دن کی تکلیفوں) کو خدا کے سوا کوئی دور نہیں کر سکے گا اے منکرین خدا) کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں؟ اور تم غفلت میں پڑ رہے ہو تو خدا کے آگے سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو۔(53:56-62)

قیامت کی نشانیاں: دیوار کا گر جانا:

بولا کہ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے۔ جب میرے پروردگار کا وعدہ آ پہنچے گا تو اس کو (ڈھا کر) ہموار کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔(18:98)

اور جس بستی (والوں) کو ہم نے ہلاک کر دیا محال ہے کہ (وہ دنیا کی طرف رجوع کریں) وہ رجوع نہیں کریں گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔(21:95-96)

یاجوج ماجوج کی پیش رفت قیامت کے قریب آنے کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ عربی میں یاجوج اور ماجوج کی اصطلاحات بھی قرآن میں خالص طور پر تشبیہاتی اصطلاحات میں استعمال کی گئی ہیں، جو سماجی تباہیوں کی ایک سیریز کا حوالہ دیتے ہیں جو کہ قیامت کے آنے سے پہلے انسان کی تہذیب کی مکمل تباہی کا باعث بنتی ہے۔ "یہ ناقابل یقین حد تک سچ رہا ہے" کہ جب بھی خدا کسی معاشرے کو تباہی کی طرف بھیجتا ہے، وہ اسے اس کے لوگوں کی کبھی کبھار خرابیوں کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ صرف اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں نے شریعوں کو چھوڑنے کی شعوری کوشش نہیں کرتا ہے۔ یہ قیامت تک رہے گا، جو یاجوج اور ماجوج کی تشبیہاتی پیش رفت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

'زمین کے ہر کونے سے" کا اظہار یہاں محاوراتی طور پر استعمال کیا جاتا ہے، جو سماجی اور ثقافتی تباہیوں کی ناقابل تلافی نوعیت کی نشاندہی کرتا ہے جو قیامت کے آنے سے پہلے نسانوں کو مغلوب کر دے گا۔

جن لوگوں نے خدا کے روبرو حاضر ہونے کو جھوٹ سمجھا وہ گھاٹے میں آگئے۔ یہاں تک کہ جب ان پر قیامت ناگہاں آموجود ہو گی تو بول اٹھیں گے کہ (ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔ اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو جو بوجھ یہ اٹھا رہے ہیں بہت برا ہے۔(6:31)

ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ ہے بے شک گنہگار لوگ گمراہی اور دیوانگی میں (مبتلا) ہیں اس روز منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے اب آگ کا مزہ چکھو۔(54:46-48)

ختتام کے آغاز کو پہچاننے کے لیے نشانیاں قدرتی دنیا کے نظام کو ہلا دینے والے تباہ کن واقعات ہیں، جنہیں انتہائی واضح طور پر قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ قیامت کی نشانیوں سے پہلے اخلاقی زوال کا قرآن میں کوئی خاص ذکر نہیں ہے۔ اس مواد کا بیشتر حصہ نبی ﷺ کی روایات سے لیا گیا ہے۔ تاہم، یاجوج ماجوج کے حملے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سلمانوں کے درمیان مشہور افسانوں میں سے ایک، دنیا کے خاتمے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری آمد ہے۔ قرآن میں یسوع یا مسیح کی دوبارہ آمد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

قربِ قیامت میں بھی قیامت سے انکار:

اور اگر (کافر) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔(54:2-3)

ہر چیز کی اپنی ایک اندرونی حقیقت ہوتی ہے اور اسکی حقیقت آشکار ہو گی یا تو اس دنیا میں یا اگلی دنیا میں اس لیے ہر چیز کا اپنا ایک مقصد ہونا چاہیے۔ یہ دو تکمیلی تشریحات بار بار قرآنی بیان کی عکاسی کرتی ہیں کہ جو کچھ بھی موجود ہے یا ہوتا ہے اس کا ایک مطلب اور مقصد ہوتا ہے۔

(دیکھیں 3: 191، 10: 5، اور 38:27)

قیامت کا قریب آنا:

تو اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے صریح دھواں نکلے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا۔ یہ درد دینے والا عذاب ہے۔(44:10-11)

جس دن آسمان ایسا ہو جائے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا۔ (70:8)

پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا (تو) وہ کیسا ہولناک دن ہو گا۔(55:37)

جس دن آسمان لرزنے لگا کپکپا کر۔ (52:9)

جب آسمان پھٹ جائے گا۔(82:1)

اور آسمان کھولا جائے گا تو (اس میں) دروازے ہو جائیں گے۔(78:19)

جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے خطوں کا طومار لپیٹ لیتے ہیں۔ جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا اسی طرح دوبارہ پیدا کر دیں گے۔ (یہ) وعدہ (جس کا پورا کرنا لازم) ہے۔ ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔(21:104)

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔(54:1)

اور چاند گہنا جائے اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں۔(75:8-9)

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔(81:1-2)

جب تاروں کی چمک جاتی رہے۔(77:8)

کہ جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گی۔(77:7)

آخری گھڑی میں آسمان کے رنگ میں اچانک اور حیران کن تبدیلی آئے گی۔ قرآن میں آسمان کی اصطلاح "کائنات" کے معنی رکھتی ہے۔ علامتی طور پر، آسمان کے اسرار انسان کی سمجھ کے لیے کھل جائیں گے، اس طرح "سچ اور جھوٹ میں فرق کے دن" کے تصور کو مزید وسعت دی جائے گی۔ سورج، چاند، زمین اور تمام ستارے، کہکشائیں، نیبولا اور دیگر آسمانی اجسام جو وسیع کائناتی جگہوں کو عبور کرتے ہیں وہ تباہ ہو جائیں گے۔ سورج اور چاند یا تو اپنی روشنی کھو دیں گے، یا وہ ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے۔

انسانیت کا قیامت پر رد عمل

مائیں اپنی اولاد کو بھول جائیں گی۔

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ کہ قیامت کا زلزلہ ایک حادثۂ عظیم ہوگا (اے مخاطب) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اُس دن یہ حال ہوگا کہ) تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی۔ اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے۔ اور لوگ تجھ کو متوالے نظر آئیں گے مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدہوش ہو رہے ہوں گے۔ بے شک خدا کا عذاب بڑا سخت ہے۔(22:1-2)

اب ہم ایمان لاتے ہیں۔

جو لوگوں پر چھا جائے گا۔ یہ درد دینے والا عذاب ہے اے پروردگار ہم سے اس عذاب کو دور کر ہم ایمان لاتے ہیں (اس وقت) ان کو نصیحت کہاں مفید ہوگی جب کہ ان کے پاس پیغمبر آ چکے جو کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں پھر انہوں نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے۔ جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے تو بے شک انتقام لے کر چھوڑیں گے۔(44:11-16،14)

"دوسروں کی طرف سے سکھایا گیا" نبی کے مخالفین کے اس الزام کا حوالہ ہے کہ کسی اور نے انہیں قرآن میں بیان کردہ خیالات فراہم کیے تھے یا کم از کم اس کو تحریر کرنے میں ان کی مدد کی تھی۔

مرد اڑتے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے۔

کھڑکھڑانے والی کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ اور تم کیا جانوں کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ (وہ قیامت ہے) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون۔(101:1-5)

(اے مخاطب) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اُس دن یہ حال ہوگا کہ) تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی۔ اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے۔ اور لوگ تجھ کو متوالے نظر آئیں گے مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدہوش ہو رہے ہوں گے۔ بے شک خدا کا عذاب بڑا سخت ہے۔(22-2)

سو جب وہ دیکھ لیں گے کہ وہ (وعدہ) قریب آگیا تو کافروں کے منہ برے ہو جائیں گے اور (ان سے) کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کے تم خواستگار تھے۔(67:27)

دل تھرتھر کانپیں گے اور آنکھوں میں اداسی ہوگی۔

(کہ وہ دن آکر رہے گا) جس دن زمین کو بھونچال آئے گا پھر اس کے پیچھے اور (بھونچال) آئے گا اس دن (لوگوں) کے دل خائف ہو رہے ہوں گے اور آنکھیں جھکی ہوئی (کافر) کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں پھر لوٹ جائیں گے بھلا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے (تو پھر زندہ کئے جائیں گے) کہتے ہیں کہ یہ لوٹنا تو (موجب) زیاں ہے وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی اس وقت وہ (سب) میدان (حشر) میں آ جمع ہوں گے۔(79:6-14)

ہ ایسی صورت میں غلط ثابت ہو جائیں گے کیونکہ وہ اب ایک "معقول" مفروضے پر غور کرتے ہیں کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی۔ جس کا انہیں بعد میں بہت نقصان ہو گا۔

صور کا پہلا دھماکہ۔

(کائینات، زمین اور تمام جانداروں کی موت)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جس کو خدا چاہے۔ پھر دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ (39:68)

تو جب صور میں ایک (بار) پھونک ماردی جائے گی اور زمین اور پہاڑ دونوں اٹھالئے جائیں گے۔ پھر ایک بارگی توڑ پھوڑ کر برابر کر دیئے جائیں گے۔ (69:13-14)

اور تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ خدا ان کو اُڑا کر بکھیر دے گا اور زمین کو ہموار میدان کر چھوڑے گا جس میں نہ تم کجی (اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلا (اور بلندی)۔ (20:105-107)

اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف میدان دیکھو گے اور ان (لوگوں کو) ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ (18:47)

جب زمین بھونچال سے لرزنے لگے اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ (56:4-5)

جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں اور پہاڑ ایسے بھر بھرے (گویا) ریت کے ٹیلے ہو جائیں۔ (73:14)

اور پہاڑ اُڑنے لگے اون ہو کر۔ (52:10)

اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔ (78:20)

اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو خیال کرتے ہو کہ (اپنی جگہ پر) کھڑے ہیں مگر وہ (اس روز) اس طرح اُڑے پھریں گے جیسے بادل۔ (یہ) خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ بے شک وہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے۔ (27:88)

اور جب دریا آگ ہو جائیں گے۔ (81:6)

اور جب دریا بہہ (کر ایک دوسرے سے مل) جائیں گے۔ (82:3)

خدا نے ہر چیز کو اس مقصد کے مطابق چلنے کا حکم دیا ہے جس کے لیے اس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اس خاص مثال میں، آنے والی زندگی کی اس مثال میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ کہ خدا کے منشا کے مطابق یہ چنیا فانی ہے جبکہ آخروی زندگی ابدی ہے۔

اور انہوں نے خدا کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیئے تھی نہیں کی۔ اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ (اور) وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔ (39:67)

اور جب زمین ہموار کر دی جائے گی جو کچھ اس میں ہے اسے نکال کر باہر ڈال دے گی اور (بالکل) خالی ہو جائے گی اور اپنے پروردگار کے ارشاد کی تعمیل کرے گی اور اس کو لازم بھی یہی ہے (تو قیامت قائم ہو جائے گی)۔ (84:3-5)

گے۔ اور جیسا کہ نبی ﷺ نے وضاحت کی ہے کہ قیامت کے دن زمین ان تمام چیزوں کی گواہی دے گی جو انسان نے کبھی کی ہیں،

خدا ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ ٹل نہ جائیں۔ اگر وہ ٹل جائیں تو خدا کے سوا کوئی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے۔ بےشک وہ بردبار (اور) بخشنے والا ہے۔(35:41)

یہ تمام قدرتی مظاہر کے آخری دن اور کائنات کی کل، تباہ کن تبدیلی کو بیان کرتا ہے جیسا کہ انسان کو معلوم ہے۔ خدا "ہمیشہ برداشت کرنے والا" ہے، اور وہ دنیا کے بیشتر باشندوں کے گناہ گار ہونے کے باوجود اس کے خاتمے کو تیز نہیں کرتا، اور نہ ہی وہ گنہگار کو غور کرنے اور توبہ کرنے کا وقت دیے بغیر سزا دیتا ہے۔

جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیئے جائیں گے) اور سب لوگ خدائے یگانہ وزبردست کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔(14:48)

اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اُٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور (اور) گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائے گی۔(39:69)

تو اس روز سے پہلے جو خدا کی طرف سے آکر رہے گا اور رک نہیں سکے گا دین (کے رستے) پر سیدھا منہ کئے چلے چلو اس روز (سب) لوگ منتشر ہو جائیں گے۔(30:43)

تو اس روز ہو پڑنے والی (یعنی قیامت) ہو پڑے گی۔(69:15)

کائنات کی تبدیلی نہ کہ فنا۔

زمین اس کی مرضی کے واضح انکشاف کے ساتھ چمک اٹھے گی، کائنات کی تبدیلی کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن کی خلافت میں، دنیا کا خاتمہ جسمانی کائنات کی فنا—کسی چیز میں کمی کی علامت نہیں ہے بلکہ اس کی تباہ کن تبدیلی کی طرف اشارہ ہے۔

زمین اور کائنات ایک نئی چیز میں تبدیل ہو جائے گی، جسکا اب لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ دوسرے الفاظ میں، قدرتی ترتیب کی خلل کو تخلیق کے الٹ عمل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ چونکہ یہ تبدیلی کسی بھی چیز سے بالاتر ہو گی جسکا انسان نے کبھی تجربہ کیا ہو یا جسکو انسانی ذہن تصور بھی نہیں کر سکتا ہے، اس لیے کہ آخری دن جو کچھ ہونے والا ہے اس کی تمام قرآنی وضاحتیں تشبیہاتی لحاظ سے بیان کی گئی ہیں۔